فن مرثیہ اور میر انیس

BA (H) Part-I
Paper II

مرثیہ نگاری کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ اس صنف کی قدامت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ عرب کی شاعری کا تانا بانا بھی مرثیہ نگاری سے تیار ہوا ہے۔ مرثیہ بالعموم اس نظم کو کہتے ہیں جس میں مرنے والوں کی ذاتی خوبیوں کا اظہار کیا جاتا ہے۔ یہ صنف عرب سے ایران ہوتے ہوئے ہمارے ملک ہندوستان پہنچی۔ اصطلاحی نقطۂ نظر سے مرثیہ ان نظموں کو کہتے ہیں جن میں حضرت امام حسین، حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ اور کربلا میں جام شہادت نوش کرنے والے دیگر شہدا کا ذکر ہو۔ میر انیس ہندوستانی مرثیہ نگاری میں امتیازی حیثیت کے مالک ہیں۔ میر انیس کے خاندان کے دیگر شعرا کو بھی مرثیہ نگاری سے بڑی دلچسپی تھی۔ شاید اسی لئے میر انیس نے اپنے لئے کہا تھا۔

عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں
پانچویں پشت ہے شبیر کی مداحی میں

میر انیس نے مرثیہ کو جو وسعت بخشی ہے اس کی نظیر اردو شاعری میں نہیں ملتی ہے۔ ان کے مرثیوں میں جنگ و جدل کے لرزہ خیز مناظر، دشمنان اہل بیت کے مصائب، قدرتی مناظر، گھوڑوں کی ٹاپ، رجز خوانی، تلوار کی دھار اور اسلحے حرب و ضرب کا ذکر خوب ملتا ہے۔ میر انیس نے بہت کم عمری میں ہی مرثیہ لکھنا شروع کر دیا تھا اور بہت جلد انہوں نے اس صنف کو معراج تک پہنچا دیا۔ یوں تو اس فن کے اور بھی شہسوار ہیں لیکن جو جدت، ندرت اور توانائی میر انیس کے مرثیہ میں دیکھنے کو ملتی ہے وہ دیگر مرثیہ گو شعرا کے یہاں نایاب ہے

حقیقت تو یہ ہے کہ مرثیہ میں کمال وہی شخص حاصل کر سکتا ہے جو امام حسین اور ان کے خاندان سے والہانہ عشق اور عقیدت و محبت رکھتا ہو۔ بلاشبہ میر انیس نہ صرف عاشق حسین تھے بلکہ ان کے ذہن و دل کا گوشہ گوشہ حسین اور ان کے خاندان کی محبت سے منور تھا۔ یہی وجہ ہے کہ واقعہ کربلا ان کے مرثیوں میں فلم کی تصویر کی طرح چلتا پھرتا دکھائی دیتا ہے۔ ان کے مرثیوں کے جیسی منظر نگاری، جذبات نگاری اور مرقع نگاری اردو ادب کی تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔ میر انیس سے قبل لکھنؤ کی شاعری میں ریختہ گوئی۔ ابہام گوئی اور ایہام گوئی جیسی گری صنفوں کا رواج عام ہو چکا تھا۔

میر انیس اور دبیر کے مرثیوں نے عوام کے مزاج کو بدلا اور لکھنوی عوام کو سیر و تفریح کے ماحول سے نکال کر سنجیدگی کی طرف لے گئے۔ وہ دل جو صرف ہنسنے اور ہنسانے سے خوش ہوتے تھے جب میر انیس کے مرثیے اس فضا میں گونجنے لگے تو وہی دل تڑپ اٹھے اور لوگ زار و قطار رونے پر مجبور ہو گئے۔ میر انیس ایسا مرثیہ نگار پیدا ہوا جس نے سارے عالم ادب پر گہرے اثرات مرتسم کئے ہیں۔ میر انیس کی مرثیہ نگاری کے ساتھ ہی لکھنؤ میں ایک مرتبہ پھر اچھی اور معیاری شاعری کا ماحول پیدا ہو گیا۔ میر انیس اور مرزا دبیر کی فن پاروں کا ہی نتیجہ ہے کہ آج لکھنؤ کا نام اردو ادب میں احترام سے لیا جاتا ہے۔ میر انیس نے مرثیہ

کے حوالے سے اردو ادب کی جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں وہ صرف اردو ہی کیلئے نہیں بلکہ عالمی ادب کیلئے بھی ناقابل فراموش ہیں۔ میر انیس کے مرثیوں کی گونج آج پورے عالمی ادب میں سنائی دیتی ہے۔

مرزا دبیر بھی کم درجے کے مرثیہ نگار نہیں تھے۔ دونوں میں شاعرانہ چشمک جاری رہتی تھی ایک مرتبہ مرزا دبیر کی ایک رباعی بہت مشہور ہوئی۔

رحمت کا امیدوار آیا ہوں
منہ ڈھانپے کفن میں شرمسار آیا ہوں
چلنے نہ دیا بار گناہ نے پیدل
تابوت میں کاندھوں پہ سوار آیا ہوں

رباعی واقعی بہت معنی خیز ہے لیکن انیس کہاں خاموش رہنے والے تھے جب اسی مضمون کو میر انیس نے اپنی رباعی میں باندھا تو رباعی میں چار چاند لگ گئے۔

رحمت کا امیدوار ہوں یارب رحمت
از بسکہ خطاوار ہوں یارب رحمت
رحمت کا سزاوار نہیں ہوں گر میں
پھر بھی رحمت کا طلبگار ہوں یارب رحمت

میرا یہاں میر انیس و مرزا دبیر کی شاعری کا موازنہ کرنا مقصود نہیں ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ بیشتر بڑے نقاد نے میر انیس کی فصاحت و بلاغت اور لفظوں کے جوہری ہونے کی وجہ سے انہیں مرثیہ کا بادشاہ کہا ہے

DR. H M Imran.
Assitant Professor.
Dept of Urdu.
SS. College Jehanabad.